اتارنے میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو اسے فوراً اتار دینا چاہیے۔

(۲) اگر لباس کی نوعیت ایسی ہو جس کے اتارنے سے ستر عورت کا مسئلہ درپیش ہو مثلاً شلوار، اور لگی ہوئی گندگی شرعاً نجس ہو تو ازالۂ نجاست کی خاطر نماز چھوڑ کر چلے جانا چاہئے۔ پھر نئے سرے سے نماز پڑھنا چاہیے۔

(۳) اگر مسح شدہ موزہ یا جراب پر نجاست معلوم ہو جس کے اتارنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو نماز چھوڑ کر اسے پاک کرنا چاہیے۔

(۴) اگر لگی ہوئی گندگی ایسی ہو جس کے نجس ہونے کی ٹھوس شرعی دلیل نہیں ہے، مثلاً شرمگاہ کے علاوہ سے نکلنے والا خون تو اس کی مقدار پر منحصر ہے: اگر اتنا خون ہو جسے رومال وغیرہ کے ذریعے سنبھالا جاسکے تو صاف کر کے نماز جاری رکھے۔ اگر مقدار زیادہ ہو تو نماز چھوڑ کر صفائی کے لیے چلے جانا چاہیے۔ واللہ أعلم

مسک الختام زیر درس احادیث میں قذر، نتن اور أذی کے الفاظ ثابت ہیں، جن کے معانی ''گندگی، بدبودار اور تکلیف دہ'' ہیں۔ یہ الفاظ ''نجاست'' کے معنی پر صریحاً دلالت نہیں کرتے۔ کسی صحیح حدیث میں اس بات کی وضاحت نہیں ملی کہ جسم، کپڑے یا جوتے پر ''نجاست'' لگنے کے بعد شریعت مطہرہ نے ''رعایت'' دی ہو۔ ہاں شرعی پردے کی ضرورت کی بنا پر دامن کی اور ہر شخص کو واسطہ پڑنے کی وجہ سے جوتے کی صفائی کا طریقہ نسبتاً آسان رکھا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ حدیث میں جہاں تک ثابت ہے، اسی حد تک ہی رعایت پر اکتفا کریں۔ حد سے آگے تجاوز کرنے کی جسارت نہ کریں۔

شرعی دلائل کی روشنی میں نہ صرف حصولِ طہارت نماز اور دیگر متعدد عبادات کے لیے واجب ہے، بلکہ دنیا کی آخری اور قیامت کی پہلی منزل میں اللہ جبار و قہار ذات کے عذاب و عقاب سے بچنے کے لیے بھی اسی محنت و مشقت کی بڑی اہمیت ہے۔

دینِ فطرت میں صفائی و پاکیزگی کے لیے شدتِ اہتمام کی شرعی حکمت یہ ہے کہ انسان کبھی ''نجاست سے ملوث'' ہو کر تقربِ بارگاہِ الٰہی حاصل کرنے کے قصد کی ''حماقت'' نہ کرے۔ اس میں ہر قسم کی نجاست کا حکم برابر ہے۔ [نیل الاوطار ۱/ ۴۵]

نمازی رب ذوالجلال سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرتا ہے، پس اسے مکمل پاکیزگی کے ساتھ ادا کرنا اللہ پاک کی تعظیم ہے۔ جیسے کہ نجاست حکمی یا حقیقی کے ساتھ دربارِ الٰہی میں حاضری دینا شانِ الوہیت میں گستاخی ہے۔ (ہاں اگر صحیح وصریح شرعی دلائل سے کسی قسم کی ''نجاست'' کے لیے رعایت ثابت ہو تو یہ ثابت شدہ حالت میں استثنائی صورت ہوگی۔)

رب العالمین کا فرمان ہے: ﴿إن اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین ۞﴾ [البقرۃ ۲۲۲] یعنی اللہ پاک روحانی اور جسمانی صفائی کا اہتمام کرنے والے بندوں سے محبت فرماتا ہے۔ [الفقہ الإسلامی ۱/ ۲۳۹]

قسط: 14

بدعت کی شرعی حیثیت

محمد حسن آصم صدیقی

باب ہفتم: اس باب میں ان بدعات پر الگ الگ بحث ہوگی جن پر جواز بدعت کے قائل حضرات عمل پیرا ہیں۔ اور جنہیں وہ بزعم خود ''شعار حنفیت'' قرار دیتے ہیں۔

ا۔ محفل میلاد: یہ حقیقت شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ عشق ☆ ومحبت اور سچی عقیدت عین ایمان ہے اور آپ ﷺ کے فرامین مقدسہ، اعمال کریمانہ اور اخلاق شریفانہ کو قولاً وعملاً، نظماً ونثراً پیش کرنا رحمت الٰہی کے نزول کا باعث ہے اور ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ کی سیرت وسنت کو معلوم کر کے انہیں اپنا حرز جان اور مشعل راہ بنائے۔

سال کے ہر مہینے، ہر ہفتے، ہر دن، ہر گھنٹے اور ہر منٹ وسیکنڈ میں کوئی وقت ایسا نہیں جس میں صاحب اسوہ حسنہ ﷺ کے حالات زندگی بیان کرنا، سننا اور درود وسلام پڑھنا شرعاً منع ہو۔ یہ بات ہرگز محل نزاع نہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ کیا ربیع الاول کی کسی مقررہ تاریخ کو مقرر کر کے اس میں عید میلاد النبی ﷺ منانا، اس روز خصوصی محفل ومجلس منعقد کرنا، جلوس نکالنا اور خاص اسی دن لنگر تقسیم کرنا' خود رسول اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام ؓ اور خیر القرون سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو کسی مسلمان کو اس میں پس وپیش کرنے کا ہرگز حق نہیں، کیونکہ جو کچھ رسول اقدس ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ؓ نے فعلاً یا ترکاً کیا ہے' وہی ہمارا دین ہے اور اس کی مخالفت بے دینی والحاد۔

رحمۃ للعالمین ﷺ بعد از نبوت تیئس سال قوم میں بنفس نفیس زندہ وسلامت رہے، پھر تیس سال خلافت راشدہ کے

☆ عَشِقَ يَعْشَقُ عِشْقاً وَ عَشَقاً عربی زبان کا لفظ ہے۔ لیکن قرآن مجید اور حدیث نبوی میں کہیں وارد نہیں ہوا ہے۔ جبکہ جاہلیت قدیمہ (زمانہ کفر) سے جاہلیت جدیدہ (زمانہ روشن خیالی) تک ہر دور کے بدنیت، بدقماش اور بدکردار لوگ اس کا استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔ تصوف کے راستے اس لفظ کو ''شرعی محبت'' کے معنی میں استعمال کرنے کے لیے درآمد کیا گیا، لیکن اہل تصوف ''عشق مجازی'' کے نام سے اس کے ''فاسقانہ مفہوم'' کو بھی تقدس دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا تقویٰ کا تقاضا ہے کہ اس فاسقانہ لفظ کے بجائے شرعی الفاظ پر اکتفا کیا جائے۔ (ابومحمد)

گزرے، جس میں اتباع سنت نبوی کے مخلصانہ جذبات سے ہر مسلمان سرشار تھا۔ بلکہ 110 ہجری تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک دور رہا ہے اور کم وبیش 220ھ تک تابعین عظام اور اتباع تابعین کا زمانہ تھا۔ خیر القرون کے ان اہل ایمان میں محبت نبوی کا پاکیزہ جذبہ کارفرما رہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ سے عقیدت، آپ کی تعظیم واحترام میں وہی امت اسلامیہ کے پیشرو ہیں اور کوئی سچا مسلمان ان اوصاف شرعیہ میں ان نفوس قدسیہ سے آگے بڑھ جانے کا دعوی نہیں کرسکتا۔

اگر ''عشق نبی'' ﷺ کے دعویدار کمر ہمت کس کر کوشش کریں اور سیرت وتاریخ سے یہ ثابت کریں کہ فلاں فلاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ربیع الاول کی 12 تاریخ کو میلاد کا جلسہ کیا تھا تو ''**چشم ماروشن دل ماشاد**'' کسی مسلمان کو اس سے سرِ مو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ اور اگر فریق مخالف خیر القرون سے اس کا ثبوت پیش نہ کرسکے ﴿**فان لم تفعلوا ولن تفعلوا**﴾ اور سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی مائی کا لال قیامت تک ایسا ثبوت پیش کرسکے ۔ تو یہ سوال نہایت قابل غور ہے کہ یہ کام کب سے انتہائی مبارک اور کار ثواب بن گیا ہے؟

بس اسی نکتے پر نظریں جما کر دوٹوک فیصلہ کرنا چاہیے۔ جو کچھ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے انجام دیا اور اہل ایمان سے کروایا ہے، وہی دین ہے اور بس۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

محفل میلاد اور جلسہ سیرت النبی ﷺ کا فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اول بدعت ہے اور ثانی مندوب ومستحب۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں: ''نفس ذکر ولادت مندوب ہے اور اس میں کراہت قیود کے سبب آئی ہے۔ بہ سبب انضمام قیود کے یہ مجلس ممنوع ہوگئی۔''

یعنی ہر سال ایک معین ماہ وروز کی پابندی کی وجہ سے یہ بدعت ہے۔ نیز اس میں نئی نئی بدعات کا اضافہ بھی ہورہا ہے۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

محفل میلاد کی تاریخ:

رب العالمین کے مکمل کردہ دین میں یہ بدعت ایک بدکردار بادشاہ الملک المعظم مظفر الدین کوکبوری بن اربل (متوفی 630ھ) کے حکم سے موصل شہر میں شروع ہوا۔ یہ 586ھ میں شہر اربل کا گورنر مقرر ہوا اور 604ھ میں اس نے محفل میلاد شروع کیا۔ اس شان وشوکت اور عیاشی کی شہرت سن کر بغداد، موصل، جزیرہ سجاوند اور دیگر بلاد عجم سے پیٹ پرست

گویے، شاعر اور واعظ ناچ گانے کے آلات لے کر محرم ہی سے شہر اربل میں آنے لگتے۔ قلعہ اربل کے قریب ایک ناچ گھر (تھیٹر) بنایا گیا تھا، جس میں شاہ اربل خود آتا، گانے سے محظوظ ہوتا بلکہ بعض اوقات مست ہو کر خود بھی گویوں کے ساتھ رقص کرتا تھا۔ (تاریخ ابن خلکان ۳/۲۷٤)

امام احمد بن محمد مصری المالکیؒ کہتے ہیں: ''وہ ایک اسراف پسند بادشاہ تھا۔ اپنے ہم عصر علماء سے کہتا تھا کہ اسلافؒ کے نقش قدم پر مت چلو بلکہ نئے نئے اجتہادی مسائل اختیار کرو۔ (یعنی ساتویں صدی ہجری کے شروع میں بنیاد پرستی کے خلاف ''جہاد'' کرنے والا اور ''روشن خیالی'' کا علمبردار تھا) حتی کہ پیٹ پرست ملاؤں کی ایک جماعت بھی اس کے دربار کو رونق بخشنے لگی۔

اس نے بیت المال سے لاکھوں کی رقم اس بدعت بھرے جشن پر ضائع کر دی، اس طرح رعایا کو خوش کر کے اپنی کرسی اقتدار کو دوام بخشنے کی کوشش کی۔ علامہ ذہبیؒ کہتے ہیں: وہ ہر سال ربیع الاول میں اس جشن پر تقریبا 3,00,000 کی رقم صرف کرتا تھا۔

اس بدعت کے حق میں مواد اکٹھا کر کے فتویٰ دینے والا درباری ملا ابو الخطاب عمر ابن دحیة تھا، جس کو اس کتاب کے صلے میں 1000 دینار دیا تھا۔ [دول الاسلام ص ١٠٤] ☆ اس تاریخی شہادت سے ثابت ہو گیا کہ ''میلاد شریف'' کی بدعت کا بانی ایک فریب خوردہ و مسرف بادشاہ تھا جو علمائے اسلام کو ''بنیاد پرست'' اسلاف کی پیروی ترک کر کے اپنی اپنی صوابدید پر عمل کرنے کی تلقین کرتا تھا۔ یعنی آج کی اصطلاح میں ''روشن خیالی اور اعتدال پسندی'' کا علمبردار تھا۔ اور اس بدعت کے جواز وفضیلت کا فتوی دینے والا ایک جھوٹا، شکم پرست اور خودسر درباری ملا تھا، جس کی گندی زبان سے سلف صالحینؒ بھی نہ بچ سکے۔

☆ اس کا نام عمر بن الحسن ابو الخطاب الاندلسی (۵۴۲-۶۳۵ھ) ہے۔ جھوٹی نسبت سے اپنے آپ کو دحیة بن خليفة الكلبی رضی اللہ عنہ کی نسل سے قرار دیتا تھا۔ حالانکہ دحیة رضی اللہ عنہ لا ولد فوت ہوا ہے۔ یہ جھوٹا شخص بہت سی کتب حدیث روایت کرتا اور صحیح مسلم، ترمذی وغیرہ یاد ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، جو کہ امتحان میں باطل ثابت ہوا۔ اس کی تالیفات میں حدیث کی تصحیح وتضعیف کے معاملے میں فاش غلطیاں ہیں۔ وہ نہایت احمق اور متکبر تھا۔ شاعری، تاریخ، لغت اور حدیث کا علم رکھتا تھا۔ عید میلاد کے جواز اور فضیلت پر اس نے ''التنوير في مولد البشير النذير ﷺ'' تصنیف کر کے انعام اور شہرت حاصل کی۔

مصر میں آیا تو اس کی شہرت سے متاثر ہو کر شاہ کامل اس کی بہت عزت کرنے لگا، لیکن جب اس پر موصوف کی بددیانتی ظاہر ہوئی تو اسے دار الحديث الكاملية قاہرہ سے نکال دیا۔ کچھ عرصہ دانیة میں قاضی رہا، پھر بعض احمقانہ فیصلوں کی شاہ منصور کو شکایت ہونے پر بھاگ کر افریقہ گیا۔ وہ ائمہ سلف کی بدگوئی کرنے والا اور دینی امور میں نہایت لاپروا تھا۔ اپنے آپ کو اہل سنت شمار کرتا تھا۔ بعض نے اسے مالکی اور بعض نے ظاہری قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال ٤/١٠٦-١٠٩، لسان الميزان ٤/٢٩٢-٢٩٨) (عبدالوہاب خان)

اس نفس پرست بادشاہ اور اس کے ''روشن خیال'' ملا کے ساتھ وہ بے چارے پیر اور صوفی بھی شامل ہو گئے جو دین کی تہ تک نہیں پہنچ سکے تھے۔ علمی کمزوری اور فکری زوال کے ساتھ دنیاوی مفادات نے انہیں نہ صرف ضلالت کے گہرے گڑھے میں پھینک دیا، بلکہ یہ سادہ لوح اہل اسلام کو بھی بدعات وضلالت کے جال میں جکڑنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ نے کیا خوب منظر کشی کی ہے:

و هل أفسد الدين الا الملوک
و أحبار سوء و رهبانها

''دین حق کو تباہ کرنے والے صرف بادشاہ، برے علماء اور پیر وفقیر ہی ہیں۔''

اس بدعت کے رواج پا جانے کے بعد ہر زمانے کے اہل حق اور ہر مذہب کے علمائے دین نے اس کی پرزور تردید کی ہے، جن میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حنبلی ☆ علامہ نصیرالدین شافعیؒ، مجدد الف ثانیؒ وغیرہ شامل ہیں۔

علامہ امیر الحاج مالکیؒ نے لکھا ہے: ''لوگوں نے بدعتوں اور نئی ایجاد شدہ باتوں کو شعائر اسلام خیال کر کے اختیار کیا ہے، ان بدعات میں سے ایک مجلس میلاد بھی ہے، جسے ربیع الأول میں منایا جاتا ہے۔ یہ رسم خود بہت سی بدعات اور حرام کاموں پر مشتمل ہے۔ مجلس میلاد کی یہ خرابیاں دراصل سماع (قوالی ومبالغہ آمیز نعت گوئی) سے پیدا ہوئی ہیں۔ جبکہ سماع کے اہتمام سے پاک ہونے کی صورت میں بھی ''میلاد نبوی'' کے نام سے لوگوں کو بلانا اور اسی معین تاریخ کو خاص کھانا پیش کرنا بھی صرف اس مخصوص نیت کی وجہ سے بدعت ہے۔''

علامہ عبدالرحمٰن مغربیؒ لکھتے ہیں: بہ تحقیق میلاد کا منانا بدعت ہے۔

علامہ احمد بن محمد مصری مالکیؒ کہتے ہیں: مذاہب اربعہ کے علماء اس عمل میلاد کی مذمت پر متفق ہیں۔☆

☆ شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام ابن تیمیة الحرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ) کی زندگی میں مختلف مراحل آئے ہیں۔ ابتدائی دور میں وہ حنبلی مقلد بھی رہ چکے ہیں، لیکن آخری مرحلے میں وہ مجتہدانہ بصیرت رکھنے والے عالم باعمل گزرے ہیں۔ رحمة الله عليه

☆ عید میلاد النبی ﷺ کی مروجہ بدعت کے محرکات وثمرات پر میلادیوں کی شہادتیں

(ا) ماہنامہ ''ضیائے حرم'' دسمبر 1989ء: ''کئی صدیوں تک عید میلاد النبی ﷺ کا نشان نہیں ملتا...... جب مسلمان اسلامی ترقیات سے بہرہ مند ہو کر آرام سے زندگی بسر کرنے لگے اور غیر اقوام کے میل جول نے ان کو اس امر کی طرف مجبور کیا کہ جس وہ لوگ اپنے اسلاف کی یادگاریں قائم کرتے ہیں، اسی طرح ان کے دوش بدوش مسلمان بھی اسلام کی شان وشوکت کا اظہار کریں۔'' [دیکھیے ہفت روزہ اہلحدیث=